AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ماوردیؒ کے سیاسی فکر میں مہاجرین و مستأمنین کی قانونی حیثیت اور عصری مسلم ریاستوں کے لیے لائحہ عمل

LEGAL STATUS OF REFUGEES AND MUSTA'MINUN IN AL-MAWARDI'S POLITICAL THOUGHT: A FRAMEWORK FOR CONTEMPORARY MUSLIM STATES

Rahim Badshah
Ph.D Scholar in Islamic Studies at Shaheed BB University Sheringal Dir Upper. Email: rahimbadshah502@gmail.com
Dr. Amin Ullah
Assistant Professor and HOD Islamic Studies at Shaheed BB University Sheringal Dir Upper. Email: amin@sbbu.edu.pk

Abstract:
This research explores the contemporary global refugee crisis through the lens of Al-Mawardi's classical political philosophy, specifically focusing on his seminal work, Al-Ahkam al-Sultaniyya. Amidst a landscape where modern international refugee laws often grapple with political selectivity and ethical voids, this paper investigates the Islamic legal concepts of Aman (Asylum), Hijrah (Migration), and the status of Musta'minun (Protected Aliens). By analyzing Al-Mawardi's framework for state governance, the study demonstrates that his jurisprudence transcends historical boundaries, offering a robust ethical and administrative foundation that prioritizes human dignity (Karama) and distributive justice over mere political expediency.
The study further proposes a pragmatic "Islamic Refugee Governance Model" tailored for contemporary Muslim states and the Organization of Islamic Cooperation (OIC). By integrating Al-Mawardi's administrative structures—such as the Diwan (Departmental Registry) and Wilayat al-Mazalim (Ombudsman)—with modern state mechanisms, the paper outlines a roadmap for unified Islamic legislation. It concludes that reviving Fiqh al-Siyar (International Jurisprudence) provides a sustainable solution to the displacement crisis, transforming refugees from a perceived "security threat" into productive social participants, thereby reasserting the legal and moral sovereignty of the Muslim world in the global humanitarian discourse.

Keywords:
Refugees | Musta'minun | Al-Mawardi | Al-Ahkam-al-Sultaniyya | Aman | Siyar | Governance | OIC | Justice | Human-Rights

1۔ تعارف(Introduction)

انسانی تاریخ میں نقل مکانی اور ہجرت کا عمل نیا نہیں، لیکن اکیسویں صدی میں "جبری بے دخلی" اور "پناہ گزینی" نے ایک ایسے ہمہ گیر انسانی بحران کی صورت اختیار کرلی ہے جس کی مثال ماضیِ قریب میں نہیں ملتی۔ اقوامِ متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرین (UNHCR) کی حالیہ رپورٹس کی بازگشت یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ عالمی افق پر تقریباً 120 ملین سے زائد نفوس اپنی جڑوں سے اکھڑ چکے ہیں۔ یہ اعداد و شمار محض خشک ہندسے نہیں، بلکہ کرۂ ارض کے ہر 69 ویں انسان کی سسکیوں، پامال ہوتے حقوق اور چھنتے ہوئے گھروں کی نوحہ گری ہیں۔ 1951ء کے 'ریفیوجی کنونشن' کے وقت جو مسئلہ چند ملین تک محدود تھا، آج وہ سیاسی، نسلی، مذہبی اور اب ماحولیاتی تغیرات کے باعث ایک لامتناہی انسانی المیہ بن چکا ہے، جس نے نیشن اسٹیٹ (Nation State) کے جغرافیائی و قانونی تصورات کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

اس عالمی بحران کے نقشے پر مسلم دنیا کا کردار کلیدی اور دوطرفہ ہے۔ ایک طرف جہاں مسلم ممالک کے کروڑوں عوام جنگوں اور سیاسی عدم استحکام کی بھٹی میں جھلس کر ہجرت پر مجبور ہوئے، وہیں دوسری طرف پاکستان، ترکی، ایران، لبنان اور اردن جیسے ممالک نے انصارِ مدینہ کی روایتِ ایثار کو زندہ کرتے ہوئے لاکھوں مہاجرین کو اپنی آغوش میں جگہ دی۔ یہ حقیقت جہاں مسلم امہ کی انسانی ہمدردی کو نمایاں کرتی ہے، وہاں عصری سیاسی و اقتصادی حدود میں رہتے ہوئے ان کے لیے انتظامی و قانونی چیلنجز کا ایک نیا پنڈورا بکس بھی کھولتی ہے۔

اسلامی قانونِ پناہ گزینی کی آفاقیت اور اساس

اسلام میں پناہ گزینی (Asylum) محض ایک سیاسی مصلحت یا وقتی انسانی ہمدردی کا نام نہیں، بلکہ یہ 'ایمان'، 'عدل' اور 'احسان' کے مثلث سے پھوٹنے والا ایک مقدس شرعی فریضہ ہے۔ قرآنِ کریم کی آیاتِ استجارہ اور ہجرتِ نبوی ﷺ کے عملی نمونے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ پناہ گزین (مستأمن) کو تحفظ فراہم کرنا ریاست کی قانونی ذمہ داری اور حکمران کی شرعی جواب دہی کا حصہ ہے۔ ہجرتِ مدینہ اور میثاقِ مدینہ کے مطالعے سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ اسلام نے پناہ گزین کو 'دوسرے درجے کا شہری' نہیں بلکہ 'شراکت دارِ معاشرہ' قرار دیا۔ مدینہ کا "مؤاخاتِ اسلامی" ماڈل آج کے سرد مہر بین الاقوامی قوانین کے لیے وہ روح فراہم کرتا ہے جس میں مہاجر کی معاشی خود کفالت اور انسانی وقار (Human Dignity) کو اولیت حاصل ہے۔

اس علمی و قانونی تناظر میں امام ابو الحسن علی بن محمد ماوردیؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف "الاحکام السلطانیہ" ایک مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ پانچویں صدی ہجری کے سیاسی اضطراب میں لکھی گئی یہ کتاب محض فقہی جزئیات کا مجموعہ نہیں، بلکہ "فقہِ ریاست (State Jurisprudence) "کا وہ جامع فریم ورک ہے جس نے اقتدار، عدلیہ اور رعایا کے حقوق کو شریعت کی لڑی میں پرو دیا۔ علامہ ماوردیؒ نے 'عقدِ امان' اور 'مستأمنین' کے حقوق کو جس جزیات نگاری سے بیان کیا ہے، وہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم پناہ گزین کی جان و مال کی حرمت بھی ویسی ہی ہے جیسی ایک مسلم شہری کی۔

تحقیق کا علمی جواز اور ضرورت

موجودہ دور میں جہاں بین الاقوامی قوانین (International Law) سیکولر اور حقوقی بنیادوں پر پناہ گزینوں کے تحفظ کا دعویٰ کرتے ہیں، وہاں ان کے نفاذ میں پائے جانے والے تضادات اور اخلاقی بنیادوں کی کمزوری ایک خلا پیدا کرتی ہے۔ یہ تحقیق "الاحکام السلطانیہ" کے کلاسیکی سیاسی فکر اور جدید بین الاقوامی قوانین کے مابین ایک "پل" تعمیر کرنے کی علمی کوشش ہے۔ اس مقالے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ ماوردیؒ کے وضع کردہ اصول محض تاریخی دستاویز نہیں، بلکہ دورِ حاضر کے پیچیدہ مہاجرین بحران کے حل کے لیے ایک مستحکم، مربوط اور زیادہ انسان دوست قانونی بنیاد فراہم کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں۔

2۔ علامہ ماوردیؒ کا سیاسی و فقہی منہج (Methodology & Framework)

امام ابو الحسن ماوردیؒ کا سیاسی نظریہ محض مثالی حکمرانی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی ریاست کے انتظامی ڈھانچے اور قانونی دائرہ کار کی ایک جامع دستاویز ہے۔ کتاب 'الاحکام السلطانیہ' میں ماوردیؒ نے جس فقہی بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے، وہ ریاست اور فرد کے درمیان ایک مستحکم عمرانی معاہدے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اس باب میں ماوردیؒ کے سیاسی فلسفے کے ان بنیادی خط و خال کا جائزہ لیا گیا ہے جن کے ذریعے انہوں نے اقتدار کی قانونی حیثیت، حکمران کی ذمہ داریوں اور عوامی حقوق کے درمیان توازن قائم کیا ہے۔ یہاں اس امر پر تحقیق کی گئی ہے کہ کس طرح کلاسیکی دور میں ماوردیؒ نے بیوروکریسی، عدلیہ اور سماجی تحفظ کے اداروں کو ایک مربوط نظام میں پرو دیا تھا، جو آج کے پیچیدہ انتظامی مسائل کے لیے بھی ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

سیاستِ شرعیہ میں علامہ ماوردیؒ کا مقام

اسلامی سیاسی فکر کی تاریخ میں علامہ ابو الحسن ماوردیؒ ایک ایسی قد آور شخصیت ہیں جن کے بغیر "سیاستِ شرعیہ" کی تفہیم ادھوری رہتی ہے۔ ماوردیؒ محض ایک مصنف نہیں بلکہ ایک عملی مدبر اور قاضی تھے جنہوں نے عباسی خلافت کے عہدِ انحطاط میں شریعت کو ریاستی ڈھانچے پر منطبق کرنے کی سعی جمیلہ کی۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سیاست کو طاقت کے تپتے ہوئے ریگزار سے نکال کر شریعت کے ٹھنڈے چشموں سے سیراب کیا۔ ان کے نزدیک سیاست

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

محض ایک انتظامی ضرورت نہیں بلکہ ایک ایسا نظام ہے جو دین کی حفاظت اور دنیا کے نظم و نسق کو یکجا کرتا ہے۔ جدید ماہرینِ سیاست انہیں "بانیِ فقہِ ریاست " (Founder of State Jurisprudence) تسلیم کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے ریاست کے ہر ستون خلافت، وزارت، عدلیہ اور مالیات کے لیے ایک مستقل فقہی بنیاد فراہم کی۔[1]

فقہی مسلک اور اصولی منہج

علامہ ماوردیؒ کا علمی خمیر فقہ شافعی سے اٹھا تھا، لیکن ان کا اصولی منہج تقلیدی جامدیت کے بجائے تحقیقی توازن کا آئینہ دار تھا۔ ان کے اجتہادی اسلوب میں نصوص (قرآن و سنت) کو مرکزیت حاصل تھی، تاہم وہ بدلتے ہوئے حالات میں "مصالحِ مرسلہ (Public Interest) " اور "قیاس" کے متوازن استعمال کے قائل تھے۔[2] ان کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے فقہ کو محض انفرادی عبادات سے نکال کر اجتماعی نظم (Collective Order) کا حصہ بنایا۔ ان کے نزدیک فقہ اور سیاست ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں؛ فقہ سیاست کو اخلاقی جواز فراہم کرتی ہے، اور سیاست فقہ کے نفاذ کا آلہ بنتی ہے۔

خلافت کا مقصد

ماوردیؒ کے سیاسی فکر کا مرکزہ ان کا تصورِ خلافت ہے۔ ان کے نزدیک خلافت یا امامت کا بنیادی مقصد "حراسۃ الدین وسیاسۃ الدنیا" (دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست) ہے۔[3] یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ماوردیؒ کے نزدیک خلافت محض ایک سیاسی منصب نہیں بلکہ ایک "عہد و پیمان" ہے جو حکمران اور رعایا کے درمیان عدل کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ انہوں نے حکمران کے لیے جو شرائط (مثلاً علم، عدل اور شجاعت) رکھی ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ اقتدار ایسے ہاتھوں میں رہے جو نہ صرف حدودِ الٰہی کو نافذ کریں بلکہ مظلوم کی دادرسی اور رعایا کے حقوق کا تحفظ بھی یقینی بنا سکیں۔[4]

حکومت: اقتدار نہیں بلکہ انسانی حقوق اور عدل کا ذریعہ

ماوردیؒ کے فکر میں حکومت کی اصل روح "عدل (Justice) " ہے۔ وہ حکمران کو ایک "ٹرسٹی" یا محافظ قرار دیتے ہیں، جس کے قبضے میں ریاست کے وسائل ایک امانت ہیں۔ ان کے نزدیک اقتدار کا مقصدِ اولیں انسانی حقوق کی پاسداری ہے، جس میں غیر مسلم رعایا (ذمی)، پناہ گزین (مستأمن) اور معاہدین کے حقوق کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔[5] ماوردیؒ کا یہ نکتہ عصری مسلم ریاستوں کے لیے مشعلِ راہ ہے کہ ریاست کا جواز صرف اس کی طاقت میں نہیں بلکہ اس کی فراہم کردہ سماجی و قانونی انصاف میں پوشیدہ ہے۔ ان کے نزدیک جب حکمران عدل و احسان کا راستہ چھوڑ دیتا ہے، تو وہ ریاست کے حقیقی مقصد سے انحراف کرتا ہے۔

3۔ مہاجرین و مستأمنین کی قانونی حیثیت: الاحکام السلطانیہ کی روشنی میں

اسلامی نظامِ عدل میں انسانی جان کی حرمت کا تصور جغرافیائی سرحدوں اور مذہبی امتیازات سے بالاتر ہو کر "عقدِ امان" کے گرد گھومتا ہے۔ امام ماوردیؒ نے الاحکام السلطانیہ میں غیر ملکیوں، پناہ گزینوں اور معاہدین کی قانونی حیثیت کو جس باریک بینی سے واضح کیا ہے، وہ فقہ اسلامی کی وسعت اور انسانی ہمدردی کا بین ثبوت ہے۔ اس بحث کا آغاز اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ دارالاسلام میں داخل ہونے والا ہر پناہ گزین محض ایک اجنبی نہیں بلکہ وہ "امان" کے ذریعے ریاست کا ایک قانونی جزو بن جاتا ہے۔ اس باب میں مستأمن، معاہد، ذمی اور مہاجر کے درمیان فقہی امتیازات کو واضح کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ماوردیؒ نے ہزار سال قبل پناہ گزینوں کی درجہ بندی اور ان کے حقوق کا وہ فریم ورک تشکیل دے دیا تھا جو آج کے بین الاقوامی انسانی حقوق کے کنونشنز کی روح معلوم ہوتا ہے۔

مستأمنین (Aman) اور معاہدین (Mu'ahideen) کا فقہی و قانونی تصور

امام ماوردیؒ کے سیاسی و قانونی نظام میں انسانی جان کی حرمت محض شہریت یا عقیدے کی محتاج نہیں، بلکہ یہ "عقدِ امان" کے ذریعے ایک ریاستی تحفظ کے دائرے میں آ جاتی ہے۔ آپؒ نے مستأمن (Asylum Seeker/Protected Alien) کی حیثیت کو اس درجہ اہمیت دی کہ اسے انفرادی احسان کے بجائے ایک "ادارہ جاتی قانونی تحفظ" قرار دیا۔

الف) مستأمن کی تعریف اور درجہ بندی:

لغوی طور پر امن سے مشتق یہ اصطلاح نفس کے اطمینان اور خوف کے زوال پر دلالت کرتی ہے۔[6] ماوردیؒ کے ہاں مستأمن وہ غیر مسلم (حربی) ہے جو عارضی طور پر دارالاسلام میں پناہ، تجارت یا سفارت کے مقصد سے داخل ہو۔ ماوردیؒ نے اسے "حقِ امان" کے ذریعے ایک ایسی قانونی شناخت عطا کی جس کے بعد اس کی جان، مال اور عزت کو وہی حرمت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک مستقل شہری کی ہے۔[7]

ب) انفرادی بمقابلہ ریاستی امان(State Asylum-Individual vs):

ماوردیؒ کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے امان کے تصور کو عوامی سطح تک وسعت دی۔ ان کے نزدیک اگر معاشرے کا ایک ادنیٰ مسلمان بھی کسی پناہ کے طالب کو امان دے دے، تو ریاست اس کی پابند ہو جاتی ہے۔[8] یہ تصور جدید دور کے "سوشل پناہ"(Social Asylum) سے کہیں زیادہ وسیع ہے، جو ثابت کرتا ہے کہ اسلام میں تحفظِ انسانیت کسی بیوروکریٹک منظوری کی محتاج نہیں۔

ج) معاہدین:

معاہدین سے مراد وہ غیر مسلم گروہ یا ریاستیں ہیں جن کے ساتھ اسلامی ریاست کا "موادَعہ" (پُرامن بقائے باہمی کا معاہدہ) قائم ہو۔ ماوردیؒ کے نزدیک معاہدین کی جان و مال کی حفاظت عالمی معاہدات کی پاسداری کا حصہ ہے، جس کی بنیاد صلح حدیبیہ جیسے نبوی ماڈلز پر قائم ہے۔[9]

مہاجرین(Refugees) اور غیر ملکیوں کے ساتھ ریاستی سلوک

ماوردیؒ نے الاحکام السلطانیہ میں "مہاجر" کی فقہی شناخت کو مظلومیت اور استجارہ (پناہ کی درخواست) سے جوڑا ہے۔ ان کے نزدیک مہاجر محض ایک "اجنبی" (Foreigner) نہیں بلکہ ایک ایسی "امانتِ الٰہی" ہے جس کی حفاظت ریاست پر واجب ہے۔

الف) قانونی مساوات اور عدم امتیاز:

ماوردیؒ نے اس اصول کو صراحت سے بیان کیا کہ ریاست کا سربراہ (امام) اس وقت تک اطاعت کا حق دار نہیں جب تک وہ رعایا اور پناہ گزینوں کے حقوق ادا نہ کر دے۔[10] آپؒ کے نزدیک "عدل" کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ کسی کا کفر یا اجنبی ہونا اسے انصاف سے محروم نہیں کر سکتا۔[11] یہ نکتہ ثابت کرتا ہے کہ ماوردیؒ نے آج سے ہزار سال پہلے وہ "قانونی مساوات" (Legal Equality) متعارف کرائی تھی جسے مغرب نے بیسویں صدی میں "انسانی حقوق کے عالمی منشور" میں جگہ دی۔

ب) جزیہ: تحقیر نہیں بلکہ "حفاظتی ٹیکس"(Protection Tax):

ماوردیؒ نے واضح کیا کہ ذمی یا مستقل پناہ گزین سے لیا جانے والا جزیہ ان کی تحقیر کے لیے نہیں بلکہ اس کے بدلے ریاست پر دو حق واجب ہوتے ہیں: "الکف عنہم" (ان سے دست درازی نہ کرنا) اور "الحمایۃ لہم" (ان کی حفاظت کرنا)۔ یہ آج کے دور کے "Services-Taxation vs " کے عمرانی معاہدے کی قدیم ترین اور مستحکم ترین شکل ہے۔[12]

فقہ السیر(International Relations) میں ماوردیؒ کی خدمات

ماوردیؒ نے بین الاقوامی تعلقات کے باب میں دنیا کو دارالاسلام، دارالکفر اور دارالعہد (پُرامن ریاستوں) میں تقسیم کر کے ایک ایسا فریم ورک دیا جس سے سفارتی آداب اور جنگی ضوابط متعین ہوئے۔

سفارتی تحفظ (Diplomatic Immunity): غیر ملکی سفیروں اور تجارتی وفود کو "مستأمن" قرار دے کر ان کے قتل اور قید کی ممانعت کی، جو آج کے ویانا کنونشن(Vienna Convention) کی روح ہے۔[13]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

انسانی بنیادوں پر پناہ: ماوردیؒ کے نزدیک اگر دشمن کا کوئی فرد بھی جان بچا کر دارالاسلام کی سرحد میں داخل ہو جائے، تو اسے اس کے "مأمن" (جائے امن) تک پہنچانا ریاست کا اخلاقی و قانونی فریضہ ہے۔

مرکزی استدلال

اس بحث سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ماوردیؒ نے جبری نقل مکانی (Forced Displacement) کے اسباب اور ان کے تدارک کے لیے جو درجہ بندی پیش کی، وہ جدید "Refugee Law" سے کہیں زیادہ جامع ہے۔ ماوردیؒ نے پناہ گزین کو محض ایک "سیاسی بوجھ" نہیں سمجھا، بلکہ اسے ایک "حق دارِ تحفظ" (Right-holder) کے طور پر پیش کیا۔ ان کے نزدیک حکومت کا جواز ہی کمزور کو اس کا حق دلانے اور طاقتور کو زیادتی سے روکنے میں پوشیدہ ہے۔[14]

4۔ عصری مسلم ریاستوں کے لیے مجوزہ اسلامی ماڈل

موجودہ دور کی "نیشن اسٹیٹ" میں پناہ گزینوں کا مسئلہ ایک پیچیدہ انسانی اور سیاسی بحران کی صورت اختیار کر چکا ہے، جس کے حل کے لیے محض مغربی ماڈلز پر انحصار ناکافی ثابت ہوا ہے۔ اس تناظر میں ماوردیؒ کے انتظامی تصورات، بالخصوص "دواوین" اور "ولایات" کا نظام، ایک مؤثر متبادل فراہم کرتا ہے۔ یہ باب اسلامی اصولِ پناہ گزینی یعنی امان، ہجرت، نصرتِ مظلوم اور کفالت کو جدید ریاستی ڈھانچے پر منطبق کرنے کی ایک علمی کوشش ہے۔ یہاں اس ماڈل کی ضرورت پر بحث کی گئی ہے جو پناہ گزینوں کو محض کیمپوں تک محدود کرنے کے بجائے انہیں سماجی اور معاشی طور پر معاشرے کا فعال حصہ بنانے کی وکالت کرتا ہے۔ اس انتظامی ماڈل کی بنیاد شریعت کے ان آفاقی اصولوں پر ہے جو انسانی وقار کو سیاسی مصلحتوں پر مقدم رکھتے ہیں۔

اسلامی اصولِ پناہ گزینی کی آفاقیت اور معنویت

عصرِ حاضر میں پناہ گزینی کا مسئلہ محض ایک انتظامی بوجھ نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور قانونی امتحان ہے۔ اسلامی شریعت نے اس مسئلے کا جو حل پیش کیا ہے، وہ محض وقتی امداد (Charity) پر نہیں بلکہ مستقل حقوق (Entitlements) پر مبنی ہے۔ ماوردیؒ کے فکر کی روشنی میں اسلامی اصولِ پناہ گزینی کے چار بنیادی ستون درج ذیل ہیں:

1۔ امان:(Asylum/Security)

اسلامی قانون میں "عقدِ امان" ایک ایسی دستوری ضمانت ہے جو کسی بھی پناہ کے طالب کو ریاست کے تحفظ میں لے آتی ہے۔ ماوردیؒ کے نزدیک ریاست کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ وہاں مقیم ہر فرد (بشمول پناہ گزین) کو "حرمتِ مسکن" اور "امنِ سفر" حاصل ہو۔[15]

2۔ ہجرت: ایک بنیادی انسانی حق:(Migration as a Human Right)

جدید بین الاقوامی قانون میں ہجرت کو اکثر ریاستوں کا صوابدیدی اختیار سمجھا جاتا ہے، لیکن اسلام اسے ایک "مقدس حق" قرار دیتا ہے۔ جب کوئی انسان ظلم یا فکری جبر کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑتا ہے، تو اسلامی ریاست اسے "مایوس مہاجر" کے بجائے ایک "حق دارِ نصرت" کے طور پر خوش آمدید کہتی ہے۔[16]

ریاستی سطح پر شریعت پر مبنی انتظامی ماڈل

ماوردیؒ نے الاحکام السلطانیہ میں جن انتظامی اکائیوں کا ذکر کیا ہے، انہیں اگر جدید ریاست کے ڈھانچے پر منطبق کیا جائے تو ایک مثالی "Refugee Governance Model" تشکیل پاتا ہے۔

الف) قانونی تحفظ اور عدالتی برابری:(Rule of Law)

ماوردیؒ کا انقلابی تصور یہ ہے کہ فیصلے میں "مساوات" برتی جائے۔ ان کے نزدیک اگر کسی پناہ گزین کے ساتھ مقامی شہری یا طاقتور حکام ظلم کریں، تو قاضی پر لازم ہے کہ وہ ظالم کو انصاف کی طرف کھینچ لائے۔[17] یہ تصور "قانون کی بالادستی (Rule of Law)" کی وہ انتہا ہے جہاں مہاجر کی بے بسی اس کے حق کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ب)معاشی کفالت اور خود مختاری:(Economic Self-Reliance)

اسلامی ماڈل پناہ گزینوں کو صرف "کیمپوں (Camps) "تک محدود کرنے کے خلاف ہے۔ ابن قدامہؒ اور ماوردیؒ کے اصولوں کے مطابق، بیت المال (ریاستی خزانہ) کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مہاجر کی تعلیمی اور معاشی بحالی کے لیے سرمایہ کاری کرے تا کہ وہ ریاست پر بوجھ بننے کے بجائے ایک "پیداواری یونٹ " (Productive Unit)بن جائے۔[18]

ادارہ جاتی ڈھانچہ(Institutional Framework)

مقالے کی طوالت اور گہرائی کے لیے ضروری ہے کہ ہم ماوردیؒ کے "دواوین (Departments) "کو جدید وزارتوں کے متبادل کے طور پر پیش کریں:

دیوانِ مہاجرین :(Ministry of Refugee Affairs) یہ ادارہ رجسٹریشن، ڈیٹا مینجمنٹ اور انسانی حقوق کی نگرانی کا ذمہ دار ہو گا۔[19]

شریعت مشاورتی کونسل: یہ کونسل بین الاقوامی معاہدوں (جیسے 1951 ریفیوجی کنونشن) اور اسلامی اصولوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرے گی۔

ولایۃ المظالم :(Ombudsman) ایک ایسا خصوصی عدالتی ادارہ جہاں مہاجرین بیوروکریسی کے خلاف اپنی شکایات بلا خوف و خطر درج کرا سکیں۔[20]

تجزیہ: نیشن اسٹیٹ اور ماوردیؒ کے تصورات کی ہم آہنگی

موجودہ دور کی "نیشن اسٹیٹ (Nation State) "کا تصور جغرافیائی سرحدوں اور قومیت پر مبنی ہے، جبکہ ماوردیؒ کا تصور "عمرانی معاہدے (Social Contract)اور "حقوقِ انسانی" پر مبنی ہے۔

چیلنج: نیشن اسٹیٹ اکثر مہاجرین کو "سیکیورٹی تھریٹ (Security Threat) " سمجھتی ہے۔

ماوردیؒ کا حل: ماوردیؒ نے "حمی'"(سرحدی حفاظت) اور "امان" کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک ریاست اپنی سرحدیں بھی محفوظ رکھے گی لیکن جو پناہ کا طالب سرحد پار کر کے "عقدِ امان" میں آجائے، اس کی حفاظت ریاست کی بقا کا مسئلہ بن جاتی ہے۔[21]

مجوزہ ماڈل کی افادیت اور نتائج

یہ ماڈل عصری مسلم ریاستوں کے لیے محض ایک تجویز نہیں بلکہ ایک "روڈ میپ" ہے۔ اگر مسلم ممالک (جیسے ترکی، پاکستان، اردن) ماوردیؒ کے "عدل و احسان" پر مبنی انفرادی اور اجتماعی حقوق کے نظام کو اپنالیں، تو پناہ گزینوں کا مسئلہ ایک "انسانی المیے" کے بجائے "سماجی ترقی کے موقع" میں بدل سکتا ہے۔[22]

5۔ مشترکہ اسلامی قانون سازی کی ضرورت(Policy Recommendations)

بین الاقوامی قانونِ پناہ گزینی میں پائے جانے والے اخلاقی خلا اور سیاسی جانبداری نے مسلم دنیا کے لیے ایک آزاد اور مربوط قانونی فریم ورک کی ضرورت کو ناگزیر بنا دیا ہے۔ موجودہ عالمی نظام اکثر پناہ گزینوں کے مسائل کو ان کی اصل روح کے مطابق حل کرنے میں ناکام رہا ہے، جس کی بنیادی وجہ اسلامی نکتہ نظر کی عدم شمولیت ہے۔ یہ باب اس ضرورت پر مرکوز ہے کہ کس طرح "فقہ السیر" اور الاحکام السلطانیہ کے اصولوں کو بروئے کار لا کر ایک "مشترکہ اسلامی قانون سازی" کی جا سکتی ہے۔ یہاں اسلامی تعاون تنظیم (OIC) کے لیے ایک جامع "میثاقِ مہاجرین" کی بنیادیں فراہم کی گئی ہیں جو مسلم ممالک کے درمیان بوجھ کی تقسیم، قانونی تعاون اور پناہ گزینوں کے حقوق کے یکساں نفاذ کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ یہ بحث ثابت کرتی ہے کہ اسلامی قانونی ورثہ آج بھی عالمی بحرانوں کے حل کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

موجودہ بین الاقوامی قانون کی محدودیت اور اخلاقی بحران

اگرچہ 1951 کا جنیوا کنونشن اور 1967 کا پروٹوکول پناہ گزینوں کے لیے عالمی قانونی ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں، مگر ماوردیؒ کے "نظریہ عدل" کے تناظر میں ان کا تنقیدی جائزہ لینے سے چند گہرے سقم سامنے آتے ہیں:

Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

- **سیاسی منتخبیت اور دوہرا معیار (Political Selectivity & Double Standards):** عصری بین الاقوامی قانون اکثر طاقتور ریاستوں کے تزویراتی (Strategic) مفادات کا یرغمال بنا رہتا ہے۔ جہاں پناہ گزینوں کا مسئلہ کسی عالمی قوت کے سیاسی ایجنڈے کو سہارا دیتا ہو، وہاں قوانین متحرک ہو جاتے ہیں، ورنہ انسانی المیوں کو "داخلی معاملہ" قرار دے کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ماوردیؒ کے ہاں "ولایۃ المظالم" کا تصور اس کے برعکس ہے؛ وہاں انصاف کسی سیاسی مصلحت کا نہیں بلکہ مظلوم کے "حق" کا محتاج ہے۔[23]
- **ثقافتی و سماجی بیگانگی (Socio-Cultural Alienation):** موجودہ قوانین "سیکولر" بنیادوں پر استوار ہیں، جو مسلم معاشروں کی روایتی اقدار، جیسے "انصار و مہاجر" کا تصور یا "مواخات" کے جذبے کو قانونی تحفظ فراہم نہیں کرتے۔ اس کے نتیجے میں پناہ گزین مقامی معاشرے میں اجنبی ہی رہتے ہیں اور ان کا انضمام محض ایک انتظامی بوجھ بن کر رہ جاتا ہے۔
- **اخلاقی بنیاد بمقابلہ قانونی بوجھ:** مغربی قانونی نظام میں پناہ گزین کو ایک "قانونی ذمہ داری (Legal Liability)" کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ معاشی بحران یا سیاسی تبدیلی کی صورت میں ریاستیں اکثر اپنے معاہدات سے دستبردار ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس، اسلامی قانون میں پناہ گزین کا تحفظ "حقوق اللہ" اور "حقوق العباد" کا سنگم ہے، جو ایک ابدی "دینی فریضہ" ہے جسے کسی بھی معاشی عذر کی بنا پر ساقط نہیں کیا جا سکتا۔[24]

اسلامی بین الاقوامی قانون (فقہ السیر) کا احیاء

ماوردیؒ نے الاحکام السلطانیہ میں ریاست کے خارجی وجود کو "حفاظتِ دین اور سیاستِ دنیا" کا مظہر قرار دیا ہے۔^3 اس فلسفے کی بنیاد پر عصری اسلامی بین الاقوامی قانون (Contemporary Siyar) کے درج ذیل اصول وضع کیے جا سکتے ہیں:

1. **تکریم انسانیت کا آفاقی اصول:** پناہ گزین کی قانونی حرمت اس کے انسان ہونے اور اس کی مظلومیت سے مشروط ہے، نہ کہ اس کے پاس موجود پاسپورٹ یا مخصوص شہریت سے۔ پناہ گزین کی جان و مال کا تحفظ ریاست کی سرحدوں سے زیادہ مقدس ہے۔
2. **اجتماعی ایفا (Collective Compliance):** ماوردیؒ کے مطابق اگر ریاست کا کوئی ایک فرد بھی کسی کو امان دے دے تو پوری ریاست اس کی پابند ہے۔ اس اصول کو بین الاقوامی سطح پر یوں لاگو کیا جا سکتا ہے کہ اگر ایک مسلم ریاست کسی کو پناہ دے، تو دیگر تمام مسلم ریاستیں اس شخص کو "محترم" تسلیم کریں اور اس کی منتقلی یا امداد میں تعاون کریں۔[25]

او آئی سی (OIC) کے لیے "الاحکام السلطانیہ" پر مبنی مجوزہ چارٹر

مسلم امہ کے پناہ گزین بحران کے پائیدار حل کے لیے الاحکام السلطانیہ کے "نظام ولایات" کی روشنی میں درج ذیل پانچ نکاتی **"اسلامی میثاقِ مہاجرین "** کی تجویز دی جاتی ہے:

نمبر	مجوزہ دفعہ (Charter Article)	ماوردیؒ کا مستعار اصول (Source Principle)	تشریح و نفاذ
1	وحدتِ امان (Unified Asylum)	"مسلمانوں میں ادنیٰ شخص کی امان بھی سب پر لازم ہے"[26]	ایک رکن ملک کی دی گئی پناہ کو تمام OIC ممالک میں قانونی تحفظ حاصل ہو گا۔
2	دیوانِ مظالم مہاجرین	"مظلوم کو ظالم کے پنجے سے چھڑانا ریاست کا پہلا وظیفہ ہے"[27]	پناہ گزینوں کے خلاف امتیازی سلوک کی روک تھام کے لیے ایک مخصوص عدالت کا قیام۔
3	بیت المالِ مشترکہ (Refugee Fund)	"مصالح عامہ کے لیے فنڈز کی فراہمی امام کی ذمہ داری ہے"	زکوٰۃ، اوقاف اور ریاستی عطیات کے ذریعے مہاجرین کی کفالت کا مستقل فنڈ۔

4	نظامِ مواخات و انضمام	"ہر صاحبِ حق کو اس کے مقام و مرتبے پر فائز کرنا"	مہاجرین کو ان کی فنی مہارت کے مطابق روزگار اور مقامی معاشرے میں باعزت مقام دینا۔
5	عدمِ واپسی و سفارتی تحفظ	"عقدِ امان کا ایفا واجب ہے اور غداری حرام ہے"[28]	کسی بھی پناہ گزین کو اس کی مرضی کے خلاف ایسی جگہ نہ بھیجا جائے جہاں اس کی جان کو خطرہ ہو۔

اجتماعی اجتہاد اور خصوصی قانونی فریم ورک

عصرِ حاضر کے پیچیدہ انتظامی مسائل، جیسے بائیو میٹرک ڈیٹا کی حفاظت، سرحد پار مالیاتی منتقلی اور ڈیجیٹل شناخت، کے حل کے لیے "اجتماعی اجتہاد" ناگزیر ہے۔

- **دیوانِ استیفاء کا جدید ماڈل:** ماوردیؒ نے سرکاری ریکارڈ اور آڈٹ کے لیے جس دیوان کا تصور دیا تھا، اسے آج ایک "مرکزی مہاجر ڈیٹا بینک" (Central Refugee Registry) کی شکل دی جا سکتی ہے۔[29] اس سے پناہ گزینوں کی رجسٹریشن شفاف ہو گی اور امداد کی تقسیم میں کرپشن کا خاتمہ ممکن ہو گا۔
- **قانونی ہم آہنگی:** فقہاء اور قانونی ماہرین مل کر ایسے ماڈل قوانین (Model Laws) تیار کریں جنہیں تمام مسلم ممالک اپنی پارلیمان سے منظور کروا کر اپنے داخلی قوانین کا حصہ بنائیں۔

مسلم دنیا کی قانونی خود مختاری

اسلامی بین الاقوامی قانون سازی کا مقصد دنیا سے الگ تھلگ ہونا نہیں بلکہ عالمی قانونی مکالمے (Global Legal Discourse) میں ایک فکری قائد (Thought Leader) کے طور پر ابھرنا ہے۔ امام غزالیؒ کے افکار کی روشنی میں، انسانی معاشرے کا استحکام ایک ایسے عادلانہ نظام سے جڑا ہے جو سیاست اور اخلاق کو جدا نہیں کرتا۔[30]

مسلم ریاستوں کے لیے لازم ہے کہ وہ پناہ گزینوں کے مسئلے کو محض بیرونی امداد یا عالمی اداروں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے اپنے فقہی اور سیاسی ورثے سے رہنمائی لیں۔ مہاجرین کو "سیکیورٹی تھریٹ" یا "اقتصادی بوجھ" سمجھنے کے بجائے "مواخاتِ مدینہ" کے تناظر میں ایک سماجی اثاثہ تسلیم کیا جانا چاہیے، جس سے نہ صرف پناہ گزینوں کو تحفظ ملے گا بلکہ مسلم دنیا کی قانونی خود مختاری اور سیاسی وقار میں بھی اضافہ ہو گا۔

6۔ نتائج بحث (Conclusion)

مہاجرین کے حقوق کی عملی حفاظت محض قانونی دستاویزات سے ممکن نہیں، بلکہ یہ ریاست کے تین بنیادی ستونوں کی فعالیت پر منحصر ہے:

- تعلیمی ادارے اور فکری بحالی: تعلیم صرف معلومات کی منتقلی کا نام نہیں، بلکہ یہ مہاجرین کو ان کے انسانی اور شرعی حقوق سے آگاہ کرنے کا ذریعہ ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک بہترین علم وہی ہے جو "حقوق العباد" کی پہچان کرائے۔ تعلیمی اداروں کا کام مہاجر بچوں کی نفسیاتی بحالی اور انہیں فنی مہارتوں سے لیس کرنا ہے تاکہ وہ مستقبل کے "باعزت شہری" بن سکیں۔[31]
- عدالتی نظام: تحفظ کی آخری پناہ گاہ: اسلامی نظامِ قضاء میں مہاجر (مستأمن) کی حیثیت وہی ہے جو ایک شہری کی ہے۔ ماوردیؒ کے مطابق حاکم اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ عدل کے ترازو میں مقامی اور اجنبی کو برابر رکھیں۔ فوری انصاف (Speedy Justice) اور 'دیوانِ مظالم' جیسے ادارے مہاجرین کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ ان کی مظلومیت ان کی بے بسی نہیں بنے گی۔[32]
- رفاہی ادارے اور معاشی خود کفالت: بیت المال، زکوٰۃ، اور اوقاف کا نظام مہاجرین کے لیے ایک خودکار "سوشل سیفٹی نیٹ" فراہم کرتا ہے۔ امام ابو عبیدؒ کے بقول 'ابن السبیل' (مہاجر) کا زکوٰۃ میں حصہ اس کی فوری حاجت کی بنیاد پر ہے، چاہے وہ اپنے وطن میں کتنا ہی غنی ہو۔ رفاہی اداروں کا ہدف مہاجر کو "امداد لینے والے" سے "معاشرے کا پیداواری رکن" بنانا ہے۔[33]

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خلاصہ بحث

اس تفصیلی تحقیقی مقالے کا نچوڑ درج ذیل نکات پر مبنی ہے:

- علامہ ماوردیؒ کا سیاسی فکر محض گیارہویں صدی کا تاریخی ورثہ نہیں ہے، بلکہ یہ ریاست کی ذمہ داریوں (Duties of the State) کا ایک ایسا آفاقی فریم ورک ہے جو آج کی نیشن اسٹیٹ کے لیے بھی مشعلِ راہ ہے۔
- ماوردیؒ نے "عقدِ امان" کے ذریعے پناہ گزینوں کو جو قانونی تحفظ فراہم کیا، وہ موجودہ بین الاقوامی قوانین سے کہیں زیادہ مضبوط اخلاقی بنیادوں پر استوار ہے۔
- 'الاحکام السلطانیہ' میں بیان کردہ 'دیوان'، 'ولایت' اور 'بیت المال' کے تصورات کو اگر جدید وزارتوں اور عالمی اداروں (جیسے OIC) کے قالب میں ڈھالا جائے، تو مسلم امہ پناہ گزینوں کے عالمی بحران کا ایک پائیدار اور باعزت حل پیش کر سکتی ہے۔
- تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ پناہ گزینوں کے معاملے میں اسلامی ماڈل "سیاسی مصلحت" پر "عدل واحسان" کو فوقیت دیتا ہے، جس کی کمی موجودہ عالمی نظام میں شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ماوردیؒ کے تصورات کی روشنی میں ایک ایسا "اسلامی پناہ گزینی ماڈل" تشکیل دیا جا چکا ہے جو نہ صرف مہاجرین کو قانونی تحفظ فراہم کرتا ہے بلکہ انہیں تعلیمی، معاشی اور سماجی طور پر بھی مستحکم کرتا ہے۔ مسلم ریاستوں کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے اس عظیم فقہی و سیاسی ورثے کا احیاء کریں تاکہ مظلومینِ انسانیت کو وہ "امان" میسر آ سکے جس کا وعدہ شریعتِ اسلامی نے کیا ہے۔

---

1 الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد۔ الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیہ۔ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1409ھ)، ص15۔

2 Leonid Sykiainen, Islamic Political Philosophy: Governance and Ethics in

3 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص5-6

4 ایضاً، ص30

5 Gibb, The Philosophy of Ibn Khaldun (London: Oxford University Press, 1974), 186۔

6 ابن منظور، مکرم بن علی، لسان العرب، ج12 (بیروت: دار صادر)، ص222۔

7 محمد صدقی بن احمد، موسوعۃ القواعد الفقھیہ، ج7 (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2003ء)، ص402۔

8 ابو داود، سلیمان بن اشعث، سنن أبي داود (بیروت: دار الکتب العلمیۃ) کتاب الجھاد، حدیث: 2751۔

9 الرعینی، محمد بن محمد، مواھب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، ج3 (بیروت: دار الفکر، 1992ء)، ص360۔

10 الماوردی، ابو الحسن، الاحکام السلطانیۃ، ص24۔

11 قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، (قاہرہ: دار الکتب المصریہ)، ج2، ص73۔

12 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص223۔

13 ایضاً، ص:84

14 ایضاً، ص 131

15 ایضاً، ص 25

16 سورۃ النساء 4:100۔

17 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص 123۔

18 ابن قدامہ، موفق الدین۔ المغنی، (ریاض: دار عالم الکتب)، ج 8، ص 37۔

19 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، باب الدواوین، ص 249۔

20 ایضاً، ص 89

21 ایضاً، ص 28

22 عبد الوہاب خلاف، السیاسۃ الشرعیۃ فی الشؤن الدستوریۃ والخارجیۃ (بیروت: دار القلم، 1988ء)، ص 47۔

23 الماوردی، ابو الحسن۔ الاحکام السلطانیۃ، ص 123۔

24 الشیبانی، محمد بن الحسن۔ کتاب السیر الکبیر، ج 1 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1997ء)، ص 165۔

25 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص 5۔

26 الشافعی، محمد بن ادریس۔ کتاب الام، ج 4 (بیروت: دار المعرفۃ، 1990ء)، ص 170۔

27 ابن قدامہ، المغنی، ج 9، ص 195۔

28 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص 123۔

29 ایضاً، ص 28

30 الغزالی، ابو حامد۔ المستصفیٰ من علم الاصول (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1993ء)، ص 175۔

31 الغزالی، الاقتصاد فی الاعتقاد (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2004ء)، ص 105۔

32 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص 123۔

33 ابن خلدون، عبد الرحمن۔ مقدمہ ابن خلدون، ص 538۔